شاہد حسین رزاقی

انڈونیشیا میں قومی بیداری کا آغاز

ایشیا کے دوسرے محکوم ممالک کی طرح انڈونیشیا میں بھی قومی تحریک وسیع پیمانے اور منظم طور پر بیسویں صدی کے آغاز میں شروع ہوئی۔ ۱۹۰۵ء ایشیا کی تاریخ میں ایک انقلاب آفریں سال ہے اور اس کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ اس سال جاپان نے روس کو جنگ میں شکست دی۔ اور اس شکست سے ایک طرف تو مغرب کے سامراجی ممالک کے وقار پر بڑی کاری ضرب لگی اور دوسری طرف ایشیا کے محکوم ممالک میں یہ احساس پیدا ہو گیا کہ مغربی استعمار کا طلسم ناقابلِ شکست نہیں ہے۔ چنانچہ مختلف ممالک میں یہ احساس قومی تحریکات کی شکل میں ظاہر ہوا اور مغربی اقوام کے محکوم ممالک اپنی کھوئی ہوئی آزادی کو دوبارہ حاصل کرنے کی جد و جہد کرنے لگے۔ چنانچہ مشرق کے دوسرے محکوم ملکوں کی طرح انڈونیشیا میں بھی حصولِ آزادی کا جذبہ ترقی کرنے لگا۔ اور یہ دور آزادی کی جد و جہد کے لیے بڑا سازگار تھا۔ ولندیزی عہد حکومت میں انڈونیشیا کے تمام جزائر ولندیزیوں کے اقتدار کے تحت متحد ہو کر قریب تر آ گئے تھے۔ اسلام کا ہمہ گیر اور مستحکم رشتہ ان میں پہلے سے موجود تھا۔ سیاسی اتحاد اور رسل و رسائل کی سہولتوں نے ان کو اور زیادہ متحد کر دیا۔ اور سیاسی فہم و فراست رکھنے والے لوگوں میں ایک ملک اور ایک قوم کی شکل میں متحد ہو کر جد و جہد کرنے کا خیال پیدا ہونے لگا۔ ان کے اس سیاسی شعور کو گرد و پیش کے حالات نے قوی تر بنا دیا۔ انڈونیشیا سے قریب بعض ممالک میں قومی بیداری پیدا ہو چکی تھی۔ فلپائن میں آزادی کی تحریک جاری تھی۔ جاپان کی حیرت انگیز ترقی ہر مشرقی ملک کے لیے حوصلہ افزا اور سبق آموز تھی۔ چین جمہوری انقلاب کے لیے جد و جہد کر رہا تھا۔ اور ہندوستان میں سیاسی بیداری پھیل رہی تھی۔

تحریکِ احیاءِ اسلامی کا اثر

مشرقِ وسطیٰ کے مسلم ممالک میں سید جمال الدین افغانی نے ایک نئے انقلابی دور کا آغاز کر دیا تھا۔ اور ترکی، ایران اور مصر میں مطلق العنانی اور [illegible] مزاج کی جڑیں کاٹی جا رہی تھیں۔ افغانی کی تحریک کے علمبردار حریت،

اس کے برعکس اگر خدا کو اس طرح بائن من الخلق مانا جائے کہ مخلوق کے ساتھ رشتہ و تعلق کی یہ قریبی نسبتیں نہ رہیں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ عالم تخلیق کے بعد آپ سے آپ نشو و ارتقا کی جانب رواں دواں ہے۔

اس میں دو حسب ذیل قباحتیں ہیں:

۱۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کو قطعی فارغ و معطل فرض کرنا پڑے گا حالانکہ دوامِ فعل اس کا متقاضی ہے

۲۔ عالم کے متعلق یہ رائے قائم کرنا پڑے گی کہ یہ خدا سے مستغنی رہ کر بھی نشو و ارتقا کی منزلیں طے کرسکتا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں قابلِ قبول نہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے بارہ میں جاری و ساری رہنے کا عقیدہ ہی صحیح عقیدہ ٹھہرا۔

پونے دو صدی پہلے کے ہندستان و حجاز کے نادر حالات، جذبِ شوق کے ایک نادید خزانے کی دریافت
عازمینِ حجاز کے لئے امسال کا عجیب تحفہ

ہندستان کا سب سے پہلا
سفرنامۂ حجاز

یعنی فیض یافتۂ شاہ ولی اللہ دہلویؒ، مولانا الحاج
رفیع الدین صاحب مرادآبادی
کا سفرنامہ سنہ ۱۲۰۱ -۱۲۰۳ھ

قیمت:۔ ایک روپیہ
(سالانہ خریداری کی صورت میں سالانہ چندے کے علاوہ کوئی قیمت نہیں)
سالانہ چندہ:۔ ہندستان سے 5/0، پاکستان سے 6/0، غیر ممالک سے (۱۰ شلنگ)

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ
خاص اشاعت
شوال سنہ ۱۳۸۰ھ

کتابی ایڈیشن: — عمدہ سفید کاغذ، اعلیٰ درجہ کا ٹائٹل — قیمت:۔ 1/75
پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ: — سکریٹری ادارۂ اصلاح و تبلیغ آسٹریلین بلڈنگ، لاہور
منیجر ماہنامہ الفرقان کچہری روڈ، لکھنؤ

کی اشاعت کریں۔ اور اہل انڈونیشیا میں قومی احساس، سیاسی شعور اور قومی آزادی کا جذبہ پیدا کرکے ولندیزی سامراج کی غلامی سے نجات حاصل کریں۔ ان مقاصد کے لیے انڈونیشی طلبا نے رفتہ رفتہ ہالینڈ میں بھی قومی آزادی کی جدوجہد شروع کردی اور جب وطن واپس ہوئے تو قومیت اور آزادی کی اساس پر کئی تحریکیں چلانے لگے۔ انڈونیشی خود سرمایہ دار نہ تھے۔ لیکن ان کو سیاسی اور معاشی غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے والے ولندیزی اور ان کے کارندے چینی سرمایہ دار تھے۔ اور ان کی یہ سرمایہ داری انڈونیشی عوام کا مکمل استحصال کر رہی تھی۔ چنانچہ قدرتی طور پر تعلیم یافتہ اور حساس انڈونیشی نوجوانوں میں سرمایہ داری کے خلاف شدید جذبہ پیدا ہوگیا تھا۔ اور یہی سبب ہے کہ وہ مغرب کی اشتراکی تحریکوں سے بہت متاثر ہوئے، اور اشتراکیت کو ولندیزی سامراج اور سرمایہ داری کی جڑیں کاٹنے کا ایک کارگر حربہ سمجھ کر قبول کرلیا۔ اس طرح ولندیزیوں کی تدبیریں الٹی ہوگئیں۔ اہل انڈونیشیا میں بین الاسلامی تحریک جن اسباب کے تحت مقبول ہوئی تھی وہ برقرار رہے اور یہ تحریک بھی بدستور جاری رہی۔ لیکن اس کو ختم کرنے کے لیے ولندیزیوں نے جو تدبیر اختیار کی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انڈونیشیا کی تحریک آزادی میں نوجوان لیڈروں کا وہ گروہ بھی نمایاں حصہ لینے لگا جو ولندیزیوں کی سیاست کاری کا جواب خود ان کے سیاسی حربوں سے دینے لگا تھا۔

ولندیزی پالیسی کا ردِ عمل

انڈونیشیا میں ولندیزیوں کی غیر دانشمندانہ پالیسی عام بے چینی کا سب سے بڑا سبب تھی۔ انڈونیشی محبانِ وطن شدت سے یہ محسوس کر رہے تھے کہ ولندیزی حکومت ان کے ملک اور قوم کو ہر طرح سے تباہ و برباد کر رہی ہے۔ یورپی سرمایہ داروں کے وسیع کاروبار انڈونیشی مزدوروں کی ادنےٰ اجرت، جبری کاشت کے تباہ کن نظام، افلاس زدہ کاشت کاروں کی اپنی زمینوں سے محرومی، چینی ساہوکاروں کی تباہ کاری، خارجی تجارت پر ولندیزیوں اور داخلی تجارت پر چینیوں کی مکمل اجارہ داری، بھاری محاصل اور بیگار کی وجہ سے اہلِ ملک کی معاشی حالت تباہ ہوگئی ہے۔ ولندیزی نظامِ حکومت کی مطلق العنانی، گورنر جنرل اور دوسرے عہدہ داروں کے لامحدود اختیارات، ریاستی حکمرانوں کی سرپرستی، نئے امراء کی خودغرضی، اور سیاسی حقوق اور سرکاری ملازمتوں سے انڈونیشیوں کی محرومی نے سیاسی ترقی کے دروازے بند کردیے ہیں۔ ولندیزیوں اور انڈونیشیوں کے لیے جداگانہ

جمہوریت اور اسلامی احیاء کا درس دے کر ہر ملک کے مسلمانوں میں قومی اور دینی بیداری پیدا کر رہے تھے۔ انڈونیشی مسلمان بڑی تعداد میں حج اور تعلیم کے لیے مکہ جاتے تھے۔ وہاں وہ دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے ملتے تھے۔ اور اسلامی دنیا کی تحریکوں سے آگاہ اور متاثر ہوکر وطن واپس آتے تھے۔ پھر اپنے ملک میں ان خیالات اور نظریات کی اشاعت کرتے تھے جن کو دوسرے ملکوں کے مسلمانوں نے قبول کر لیا تھا۔ انڈونیشیا میں دینی درسگاہیں بڑی تعداد میں تھیں اور ان میں تعلیم دینے کے لیے مصری استاد بلائے جاتے تھے۔ یہ استاد ازہر کے تعلیم یافتہ ہوتے تھے۔ اور اس زمانہ میں جامعہ ازہر کے استاد اور طلباء جمال الدین افغانی اور محمد عبدہٗ کی تحریکوں کے پُرجوش مبلغ تھے۔ چنانچہ ان مصری استادوں نے انڈونیشیا کے دینی اداروں میں بھی حریت، جمہوریت اور احیاء اسلامی کی تحریک پھیلا دی تھی۔ انڈونیشی طلباء بھی جامعۂ ازہر میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے مصر جاتے تھے۔ اور یہ دیکھتے تھے کہ نہ صرف ازہر بلکہ پورے مصر پر جمال الدین افغانی اور محمد عبدہٗ کے نظریات چھائے ہوئے ہیں۔ اور یہ لوگ سامراج اور مطلق العنانی کو ختم کرنے اور اسلامی تعلیمات کی اساس پر عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق ایک ترقی پذیر نظام تشکیل دینے کی جدوجہد کر رہے ہیں تو وہ اس کا گہرا اثر قبول کر لیتے تھے اور جب انڈونیشیا واپس ہوتے تو اپنے وطن میں بھی اسلامی دنیا کے نئے رجحانات کی اشاعت کرنے لگتے تھے۔ اس طرح بیداری کی وہ تحریک جو مصر، ترکی، ایران اور تمام عرب ممالک میں براہِ راست پھیل گئی تھی اور جو ہندوستان اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں کو بھی متاثر کر چکی تھی رفتہ رفتہ انڈونیشیا میں بھی پھیلنے لگی۔

مغربی تحریکوں کے اثرات اتحادِ اسلامی کی تحریک سے ولندیزی بہت خوفزدہ تھے اور انڈونیشیا کو اس تحریک سے محفوظ رکھنے کے لیے انہوں نے مغربی نظریۂ قومیت کی اشاعت کرنے اور مغربی تعلیم کو ترقی دینے کی تدابیر اختیار کیں۔ چنانچہ انڈونیشی امراء کو یہ ترغیب دی گئی کہ وہ اپنے لڑکوں کو اعلیٰ تعلیم کے لیے مصر یا ترکی کے بجائے ہالینڈ بھیجا کریں۔ لیکن یہ طلباء جب ہالینڈ گئے تو یورپ کے جمہوری اور اشتراکی تصورات، مخالفِ سامراج نظریات، مغربی تصورِ قومیت اور مختلف ممالک کی قومی تحریکات سے بخوبی واقف ہو گئے۔ چنانچہ ان کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ وہ اپنے ملک میں بھی ان تحریکوں

جائے۔ چنانچہ اس خطرہ کے انسداد کے لیے ایک موثر پروگرام بنایا گیا اور اس پر عمل ہونے لگا۔ مسجدوں، خانقاہوں، مدرسوں اور ہر قسم کی محفلوں میں جہاں کہیں بھی مسلمان جمع ہوتے ان کو حکومت کی مذہبی پالیسی کے خطرات سے آگاہ کیا جاتا اور اس کے انسداد کے لیے مسلمانوں کے منظم اور متحد ہونے کی ضرورت واضح کی جاتی۔ اس مہم کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کے ہر طبقہ میں اسلام کی حفاظت کرنے کا جذبہ پیدا ہو گیا اور اس نے اتنی ترقی کر لی کہ آخرکار اسی بنیاد پر انڈونیشیا میں بڑی اہم اور ملک گیر تحریکیں شروع کی گئیں۔ ملک کی سب سے بڑی اور باا‌ثر جماعتوں نے اسلامی نظامِ حیات کی تجدید کو اپنا نصب العین قرار دیا۔ اور اس مقصد کی حامل جماعتوں نے جو سیاسی بیداری پیدا کر دی اس سے انڈونیشیا کی تاریخ میں قومی آزادی کی جدوجہد کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اور آخرکار انڈونیشی رہنما اپنے ملک کو ولندیزی سامراج سے آزاد کرانے میں کامیاب ہوئے۔

جدید قومی تحریک کا آغاز

ولندیزیوں کے خلاف جاوا اور سماترہ میں مجاہدین کی زبردست تحریک شروع ہوئی تھی جو ایک صدی سے زیادہ جاری رہی۔ لیکن اس کی ناکامی نے انڈونیشی محبانِ وطن کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ موجودہ حالات میں محض تلوار کے زور سے ولندیزیوں کو نکالنا ممکن نہیں۔ آزادی کے راستہ میں حائل مشکلات اور انڈونیشیا کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ جب تک ساری قوم متحد نہ ہو جائے اور عوام کے دلوں میں بھی حصولِ آزادی کا جذبہ پوری طرح بیدار نہ ہو جائے اور وہ حصولِ مقصد کے لیے منظم طور پر جدوجہد نہ کریں ولندیزی تسلط سے نجات ملنا ممکن نہیں۔ لیکن سوال یہ تھا کہ قوم میں اتحاد و بیداری اور تنظیم پیدا کرنے کی کیا شکل اختیار کی جائے۔ سیاسی جدوجہد بڑی موثر تدبیر ہو سکتی تھی۔ لیکن انڈونیشیوں کے لیے یہ راستہ بند تھا۔ ۱۸۵۴ء کے قانون نے انڈونیشیا میں سیاسی جماعتوں کا قیام ممنوع قرار دیا تھا اور ولندیزی ہر اس تحریک اور ادارہ کو بڑی سختی سے کچل دیتے تھے جس میں سیاست کا ذرا بھی شائبہ ہوتا تھا۔ ان دشوار حالات میں بڑے غور و فکر کے بعد محبانِ وطن اس نتیجے پر پہنچے کہ عوام میں قومی اور سیاسی شعور پیدا کرنے اور اس کو ترقی دے کر ولندیزی سامراج کی غلامی سے آزاد ہونے کا موثر ترین ذریعہ تعلیم اور تنظیم ہے۔

عدالتوں کے قیام اور دونوں کے لیے قانون اور سزاؤں میں امتیاز نے انصاف اور قانونی مساوات کا گلا گھونٹ دیا ہے۔ ولندیزیوں اور انڈونیشیوں کے درمیان معاشی تفریق نے اہلِ ملک میں احساسِ کمتری پیدا کر دیا ہے۔ تعلیم سے اہلِ ملک کی محرومی نے حالات کو بہتر بنانے کے امکانات مسدود کر دیے ہیں اور حکومت کی سرپرستی میں اور سیاسی مقاصد کے تحت عیسائیت کی تبلیغ نے مذہبی اختلاف و انتشار کے دروازے کھول دیے ہیں۔ ولندیزی حکومت کی اس پالیسی کے تباہ کن نتائج سے انڈونیشیا کے تمام جزائر متاثر ہوئے تھے۔ اس لیے ولندیزی سامراج سے نجات حاصل کرنے کا جذبہ بھی ہر جگہ پیدا ہو گیا تھا۔ اور ولندیزیوں کے خلاف اس مشترکہ جذبہ سے بھی قومی تحریک کو ملک گیر بنانے میں بڑی مدد ملی۔

ولندیزیوں کی مذہبی پالیسی کا اثر

انڈونیشی رہنماؤں کے نزدیک سب سے زیادہ خطرناک ولندیزیوں کی مذہبی پالیسی تھی۔ انڈونیشیا میں مسلمانوں کی تعداد ۹۰ فی صدی سے زیادہ ہے۔ اور انڈونیشی رہنما یہ خوب جانتے تھے کہ انڈونیشیا میں سیاسی بیداری اور اتحاد پیدا کرنے کا ذریعہ صرف اسلام ہے۔ کیونکہ یہی وہ رشتہ ہے جو ہزاروں میل کے رقبے میں بکھرے ہوئے جزائر کے باشندوں کو متحد کر کے ان میں مرکزیت پیدا کر سکتا ہے لیکن ولندیزیوں نے انڈونیشیا پر اپنی گرفت کو دائمی بنانے کے لیے عیسائیت کی تبلیغ و سرپرستی کی جو پالیسی اختیار کی ہے وہ اسلامی رشتے کو توڑ کر دینی اور معاشرتی انتشار پیدا کرنے کا ذریعہ بن جائے گی۔ ولندیزی اپنی مذہبی پالیسی پر بہت عرصہ سے عمل کر رہے تھے اور اہلِ انڈونیشیا اس کے خطرناک نتائج دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ ۱۹۱۰ء میں جب ہالینڈ میں برسرِ اقتدار کیتھولک پارٹی نے یہ اعلان کیا کہ ولندیزی حکومت انڈونیشیا میں عیسائیت کی تبلیغ کرنے والوں کی پوری امداد کرے گی اور نئے عیسائیوں کو زیادہ سے زیادہ مراعات دے گی تو انڈونیشی رہنماؤں نے اپنے مذہب اور وطن کے لیے شدید ترین خطرہ محسوس کیا اور اس سے محفوظ رہنے کی تدبیریں سوچنے لگے۔ اس سال یہ لوگ جب حج کے لیے مکہ گئے تو وہاں دوسرے ممالک کے ممتاز مسلمانوں سے مشورہ کیا اور آخر کار یہ طے ہوا کہ انڈونیشیا میں عیسائیت کی اشاعت کو ہر ممکن طریقہ سے روکا جائے اور ولندیزیوں کی اس پالیسی سے اسلام اور مسلمانوں کو جو خطرہ پیدا ہو گیا ہے اس سے انڈونیشی عوام کو آگاہ کر کے ان میں قومی اتحاد اور سیاسی بیداری پیدا کی

حصہ لینے لگے۔ سوتوموو لندیزی سامراج کے بڑے مخالف تھے اور آگے چل کر انہوں نے ایک جماعت قائم کرکے ولندیزیوں کے خلاف تحریک چلائی اور قید و بند کی سختیاں بھی برداشت کیں۔ لیکن اپنے مقصد پر ثابت قدمی سے جمے رہے اور عوام میں سیاسی بیداری پیدا کرنے کے لیے آخر وقت تک کام کرتے رہے۔

بودی اوتومو

وحی الدین نے سوتومو کے تعاون سے میڈیکل اسکول کے طلباء کو منظم کیا اور ۲۰ مئی ۱۹۰۸ء کو بودی اوتومو (BOEDI OETOMO) کے نام سے ایک جماعت قائم کی جس کو انڈونیشیا کی قومی بیداری کی تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہو گئی۔ بودی اوتومو (حیاتِ عالیہ) کے قیام سے انڈونیشیا میں منظم قومی تحریک کا آغاز ہو گیا۔ اسی سال اکتوبر میں جوگجاکارتا میں اس جماعت کی پہلی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں وحی الدین اس کے صدر اور سوتومو سکریٹری بنائے گئے۔ چونکہ سیاسی جماعتوں کا قیام قانوناً ممنوع تھا اس لیے یہ واضح کر دیا گیا کہ یہ جماعت غیر سیاسی ہے اور اس کا بنیادی مقصد تعلیم کی اشاعت ہے۔

بنیادی مقاصد بودی اوتومو کی کانفرنس میں ایک لائحۂ عمل مرتب کیا گیا اور جماعت کے بنیادی مقاصد یہ قرار دیے گئے:

۱۔ جہالت کو دور کرنے کے لیے سارے ملک میں تعلیم کی اشاعت کرنا۔

۲۔ دیہاتوں میں تعلیم کی اشاعت کے لیے استادوں کا انتظام کرنا اور اسکولوں کے واسطے عمارتیں وغیرہ فراہم کرنا۔

۳۔ عورتوں کو تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دینا۔

۴۔ ذہین طلباء کو دوسرے ممالک میں اعلیٰ تعلیم دلانے کا انتظام کرنا۔

۵۔ جگہ جگہ جلسے کر کے عوام پر تعلیم کی اہمیت اور ضرورت کو واضح کرنا۔

۶۔ اہلِ ملک میں قومی خدمت اور ترقی کرنے کا جذبہ پیدا کرنا۔

۷۔ انڈونیشی عوام کے دل سے احساسِ کمتری دور کرکے ان میں خود اعتمادی اور خودداری پیدا کرنا، اور

حاجی وحی الدین

ان محبانِ وطن میں سب سے ممتاز حاجی وحی الدین سوڈیرو ہوسوڈ
جو انڈونیشیا کی جدید قومی تحریک کے پہلے رہنما سمجھے جاتے ہیں
۱۸۵۷ء میں جوگجا کارتا میں پیدا ہوئے تھے اور ان کا تعلق ایک دولت مند اور ممتا
سے تھا۔ وہ بڑے ذہین اور حساس تھے۔ ثانوی تعلیم مکمل کرنے کے بعد انہوں ۔
کی تعلیم حاصل کی اور جب اس پیشہ میں داخل ہوئے تو بڑی کامیابی اور شہرت حاصل کیا
ولندیزیوں پر بھی ان کا کافی اثر ہو گیا۔ وحی الدین کے دل میں اسلام اور وطن کی محبت
قوم کی تباہی، جہالت، اور افلاس سے وہ بہت متاثر ہوئے تھے اور اس کو اس
سے نکالنے کی تدبیریں سوچا کرتے تھے۔ آخر کار وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ موجودہ حالات
کی سب سے بڑی ضرورت تعلیم کی اشاعت ہے۔ چنانچہ اپنی شہرت اور اثرات سے
انہوں نے اشاعتِ تعلیم کی ایک وسیع تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کیا اور ولندیزی
حکومت کے سامنے دیہی ترقی اور اشاعتِ تعلیم کی تجاویز پیش کیں۔ لیکن ولندیزیوں نے
قبول نہ کیا۔ آخر کار انہوں نے خود یہ کام شروع کر دیا۔ معاشرتی اصلاح، معاشی ترقی اور تعا
کے بارے میں اپنے خیالات کی اشاعت کے لیے انہوں نے ایک رسالہ "اطلاعات
کیا۔ اور عوام تک اپنے ان خیالات کو پہنچانے کے لیے انہوں نے ۱۹۰۲ء میں پور۔
دورہ کر کے بے شمار جلسوں میں تعلیم کی اہمیت اور معاشرتی اصلاح اور اقتصادی
ضرورت واضح کی۔ لیکن عوام کی حالت اس قدر پست تھی کہ انہوں نے اس پر عمل؛

راڈن سوتومو

عوام کا یہ حال دیکھ کر وحی الدین نے یہ طے کیا کہ پہلے وہ تعلیم یافتہ طب
خیالات کی اشاعت کریں اور پھر ان کے ذریعہ یہ خیالات عوا
پہنچائیں۔ چنانچہ وہ نوجوان اور تعلیم یافتہ لوگوں کو منظم کر کے ان میں قومی خدمت ک
جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ اور ان مساعی میں ان کے دستِ راست
سوتومو تھے جو آگے چل کر ایک بڑے انقلاب پسند رہنما ثابت ہوئے۔ راڈن سو
معروف گاؤں نگو پا میں ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد نے ان کی دینی تر
اعلیٰ تعلیم پر خاص توجہ کی اور وہ ثانوی تعلیم مکمل کرنے کے بعد میڈیکل اسکول میں شریک
جہاں وہ ڈاکٹر وحی الدین کے خیالات سے بہت متاثر ہوئے اور ان کی تحریک؛

بودی اوتومو سیاسی جماعت بن جانے کے بعد کوئی اہم اور نمایاں حیثیت حاصل نہ کر سکی اور اس کی جد و جہد کچھ مطالبات پیش کرنے تک محدود رہی۔ لیکن سیاسی رنگ اختیار کرنے سے پہلے اس جماعت کی غیر معمولی اہمیت تھی اور اس نے تعلیم کی اشاعت اور معاشرتی اصلاح کا پروگرام بنا کر اس پر حسن خوبی سے عمل کیا اس کی وجہ سے ملک کی نہایت مقبول اور با اثر جماعت بن گئی تھی۔ ابتدائی پانچ سال میں اس نے جاوا میں چالیس سے زیادہ شاخیں قائم کر لی تھیں اور اس کے کارکنوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اپنے اس دور میں بودی اوتومو نے جو مفید کام انجام دیے اور جو وسیع تنظیم قائم کر لی اس کی وجہ سے اس جماعت کو انڈونیشیا کی پہلی منظم قومی جماعت تصور کیا جانے لگا۔

بیداریٔ نسواں

جہالت اور معاشرتی قیود

مشرق کے بیشتر ممالک کی طرح انڈونیشیا میں بھی عورتوں کی حالت نہایت پست تھی۔ جہالت، رسوم و رواج اور معاشرتی قیود کی وجہ سے وہ اپنے حقوق سے محروم تھیں۔ قدامت پرستی اور تقلید ترقی کے راستے میں حائل تھیں ازدواجی و عائلی زندگی کی حالت خراب تھی۔ جبری شادی، تعدد ازدواج اور مردوں کے مظالم سے عورتیں نالاں تھیں۔ ان خرابیوں کو دور کرنے کے لیے انفرادی کوششیں تو کئی بار کی گئیں لیکن اصلاح حالات کے لیے کوئی منظم شکل پیدا نہ ہوئی۔ انڈونیشیا ایک ایسا ملک تھا جہاں کے مرد بھی تعلیم سے محروم تھے وہاں عورتوں کو تعلیم دینے کا سوال ہی کیسے پیدا ہوتا۔ اور جن لوگوں نے یہ سوال اٹھایا ان کو کامیابی نہ ہوئی۔ آخر کار وسطی جاوا کی ایک روشن خیال خاتون رادن کارتینی نے انڈونیشی خواتین میں بیداری پیدا کرنے کی تحریک منظم کی اور عورتوں کے حقوق منوانے کے لیے موثر طریقے پر جد و جہد کی جانے لگی۔

رادن کارتینی

انڈونیشیا میں تحریک نسواں کی بانی میڈان کی ایک خاتون روحانہ قدوس تھیں جنہوں نے عورتوں کو تعلیم اور بنیادی حقوق دینے کی جد و جہد کا آغاز ۱۸۹۲ء میں کیا تھا۔ لیکن اس تحریک کو ترقی دے کر ملک گیر بنا دینے کا کام امیرہ کارتینی نے شروع کیا۔ کارتینی کے باپ ایک روشن خیال امیر اور آزادیٔ نسواں کے بڑے حامی تھے۔ لیکن اس کے باوجود کارتینی یورپ میں

۸۔ زراعت، صنعت اور تجارت کو فروغ دینا۔

بودی اپنے ان مقاصد کو لے کر آگے بڑھی اور بڑی تیزی سے ترقی کرنے لگی۔ جاوا اور مادورا کے مختلف شہروں اور دیہاتوں میں اس کی شاخیں اور مدارس قائم ہو گئے۔ اور اس کے صدر وحی الدین ملک کے سب سے بڑے اور بااثر رہنما بن گئے۔

اگرچہ بودی اوتومو ملک میں پہلی تعلیمی تحریک نہ تھی اور اس سے دو سال قبل اسی مقصد کے لیے جمعیتہ الخیریہ قائم ہو چکی تھی جو تعلیم کی اشاعت اور طلباء کو حصولِ تعلیم کی سہولتیں بہم پہنچانے کا کام پہلے سے انجام دے رہی تھی۔ لیکن بودی اوتومو کے مقاصد زیادہ وسیع تھے اور وہ تعلیمی انجمن کی شکل اختیار کر کے ملک میں آزادی کی تحریک کو چلانا چاہتی تھی۔ نیز اس کو ایک بااثر تعلیم یافتہ طبقہ کی تائید حاصل تھی اور اس کی تنظیم پورے جاوا میں پھیلی ہوئی تھی اس لیے اس کو بڑی اہمیت اور مقبولیت حاصل ہو گئی۔

سیاسی مطالبات

ابتدا میں بودی اوتومو سیاست سے بالکل الگ رہی۔ لیکن جب لوگوں کا رجحان سیاست کی طرف بڑھنے لگا اور عوام سیاسی جماعتوں کے زیر اثر آنے لگے تو بودی اوتومو نے بھی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ چنانچہ اگست ۱۹۱۵ء میں اس کی ایک کانفرنس ہوئی جس میں یہ قرارداد منظور کی گئی کہ جنگی حالات کے مدنظر انڈونیشی عوام کی عسکری تنظیم قائم کی جائے اور پارلیمنٹ قائم کر کے پارلیمنٹی نظامِ حکومت نافذ کیا جائے۔ بودی اوتومو نے ملک کی اہم جماعتوں کو ایک نصب العین پر متحد کرنے کی بھی کوشش کی۔ چنانچہ وحی الدین کے بعد جب سوتومو جماعت کے صدر ہوئے تو انہوں نے بودی اوتومو کو ایک وطنی تحریک کی حیثیت سے آگے بڑھانا چاہا۔ لیکن اس کوشش میں کامیاب نہ ہوئے۔ کیونکہ سیاسی میدان میں اس کو شرکت اسلام سے مقابلہ کرنا پڑا جو اس دور کی سب سے بڑی اور ملک گیر تنظیم تھی۔ بودی اوتومو کی تنظیم میں جاوی قومیت اور جاوی ثقافت کو بنیادی اہمیت دی گئی تھی اور اس کا دائرۂ عمل جاوا، مادورا اور بالی تک محدود تھا۔ اس کے برعکس شرکت اسلام ایک زبردست سیاسی تحریک تھی جس نے اسلامی نظامِ حیات کی تجدید کو اپنا نصب العین قرار دیا تھا۔ انڈونیشی عوام کا رجحان اسلامی تحریک کی طرف تھا اور جب بودی اوتومو تعلیمی سرگرمیوں کے دائرہ سے نکل کر شرکتِ اسلام کے مقابلہ میں آئی تو اپنی تنظیم کو قائم نہ رکھ سکی۔ اور رفتہ رفتہ اس کا وجود بھی ختم ہو گیا۔

اور جماعتیں قائم ہوئیں جن میں اسلامی تعلیمات کے مطابق عورتوں کی تعلیم و تربیت اور ان کے حقوق کی حفاظت کرنے والی جماعتیں بھی شامل تھیں۔ ان میں سب سے اہم جمعیۃ العائشیہ تھی جو تعلیمی ترقی اور معاشرتی اصلاح کے ایک جامع پروگرام کے تحت جمعیۃ المحمدیہ نے قائم کی تھی۔

تعلیم پر توجہ

لڑکیوں کے واسطے اسکول قائم کرنے کی غرض سے خاص کمیٹیاں بھی بنائی گئیں۔ جنہوں نے کارتینی اسکول کے نام سے تمام بڑے شہروں اور قصبوں میں مدرسے قائم کیے۔ تعلیم کے علاوہ عورتوں کو امور خانہ داری کی تربیت دینے کی غرض سے بھی کئی جماعتیں قائم کی گئیں۔ اور انہوں نے پکوان، سلائی، دایہ گری، پرورشِ اطفال، اور خانہ داری کی تربیت کے کئی ادارے قائم کیے۔ عورتوں کی یہ تمام جماعتیں اپنے مقاصد کی ترقی کے لیے ایک دوسرے سے تعاون کرتی تھیں۔ اور اپنے دائرۂ عمل کو روز بروز وسیع تر کر رہی تھیں۔

سیاسی سرگرمیاں

ابتدا میں عورتوں کی تمام سرگرمیاں صرف معاشرتی امور تک محدود تھیں۔ اور وہ سیاسی تحریکوں میں کوئی حصہ نہ لیتی تھیں۔ لیکن رفتہ رفتہ انہوں نے قومی جدوجہد میں بھی حصہ لینا شروع کر دیا۔ عورتوں کی مختلف انجمنوں کی سرگرمیوں کو زیادہ منظم اور مضبوط کرنے کی غرض سے دخترانِ انڈونیشیا (PUTRI INDONESIA) کی تحریک پر دسمبر ۱۹۲۸ء میں جوگجاکارتا میں خواتین انڈونیشیا کی موتمر منعقد کی گئی جس میں یہ طے ہوا کہ عورتوں کی تمام جماعتوں کو ایک مرکزی تنظیم کے ذریعہ باہم مربوط کر دیا جائے۔ چنانچہ متحدہ انجمن خواتین انڈونیشیا (PERIKATAN PERHIMPUNAN INDONESIA) کے نام سے ایک وفاقی تنظیم قائم کی گئی جس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ انڈونیشیا کی عورتیں اپنے ملک کی سیاسی جدوجہد میں پورا حصہ لیں۔ اور مرکزی تنظیم سیاسی سرگرمیوں میں ان کی رہنمائی کرے۔ چنانچہ انڈونیشی خواتین نے قومی تحریک میں حصہ لینا شروع کیا اور اعلانِ آزادی کے بعد جب آزادی کے تحفظ کی جنگ شروع ہوئی تو جنگی سرگرمیوں میں عورتیں بھی شریک تھیں اور ماشومی نے جمعیۃ العائشیہ کے حربی دستے تیار کر کے وہ تمام فرائض ان کے سپرد کر دیے جو اسلام کے ابتدائی دور کی جنگوں میں مسلمان عورتیں انجام دیتی تھیں۔

نوجوانوں میں سیاسی بیداری

جب انڈونیشیا میں بودی اوتومو اپنے تعلیمی معاشرتی اور ثقافتی پروگرام کو روبہ عمل لانے میں مصروف تھی۔ اور قومی احساس منظم تحریک کی شکل اختیار کرنے لگا تھا۔

اعلیٰ تعلیم حاصل نہ کر سکیں۔ کیونکہ قدامت پسندوں نے اس کی بڑی مخالفت کی۔ جاوا میں یہ عام رواج تھا کہ جب لڑکیاں بارہ برس کی ہو جاتیں تو ان کو گھروں میں بٹھا دیا جاتا اور شادی ہونے تک وہ سخت پردے میں رکھی جاتی تھیں۔ کارتینی بھی اس رواج سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ اور اعلیٰ تعلیم سے محرومی اور پردے کی سختی نے ان کے احساسات میں بڑی تلخی پیدا کر دی۔ چنانچہ وہ عورتوں کو ان کے حقوق دلانے کی تدبیروں پر غور کرنے لگیں۔ کارتینی کو ولندیزی زبان پر پورا عبور حاصل تھا اور جبری خانہ نشینی کے زمانہ میں انھوں نے مغربی لٹریچر کا وسیع مطالعہ کیا۔ یورپی ممالک میں تحریکاتِ نسواں سے واقفیت حاصل کی اور انڈونیشی عورتوں کی آزادی، مساوات اور معاشرتی حقوق کے لیے کام کرنے لگیں۔ کارتینی کو یقین تھا کہ رسوم و رواج کی زنجیریں جو صدیوں سے عورتوں کو جکڑے ہوئے ہیں ایک دن ضرور ٹوٹ جائیں گی۔ عورتوں سے انصاف کیا جائے گا اور وہ مردوں کے مساوی حقوق حاصل کر لیں گی۔ لیکن اس کے لیے منظم طور پر کوشش کرنے اور عورتوں کو تعلیم دینے کی ضرورت ہے۔ کارتینی نے اس موضوع پر کئی رسائل بھی لکھے اور اپنے متعدد خطوط میں بھی ان خیالات کا اظہار کیا۔ جن کا مجموعہ "جاوی امیرہ کے خطوط" کے نام سے شایع ہوا ہے۔ کارتینی نے اپنے خیالات کو عملی شکل دینے کے لیے ایک اسکول قائم کیا لیکن موت نے ان کو کام کرنے کا موقع نہ دیا اور ان کے بعد آزادیِ نسواں کے حامیوں نے ان کی تحریک کو آگے بڑھایا۔

تحریکاتِ نسواں

انڈونیشیا میں مذہبی اور سیاسی بیداری کے ساتھ تحریکاتِ نسواں بھی ترقی کرنے لگیں۔ اسلام پسند رہنما اسلامی تعلیمات کو صحیح طور پر پیش کرنا چاہتے تھے اس لیے وہ تعلیم نسواں اور عورتوں کے ان تمام حقوق کی حمایت کرتے تھے جو اسلام نے دیے ہیں۔ ان لوگوں کے علاوہ اشاعتِ تعلیم اور آزادیِ نسواں کے حامی بھی عورتوں کے حقوق کی تائید کر رہے تھے۔ چنانچہ ملک کے مختلف حصوں میں عورتوں کی تنظیمیں قائم ہونے لگیں جن کا مقصد یہ تھا کہ معاشرہ میں عورتوں کا درجہ بلند کیا جائے اور ان کو تمام جائز حقوق دیے جائیں۔ جمعیت الخیریہ اور بودی اوتومو تعلیم نسواں کی تائید کر رہی تھیں۔ رفتہ رفتہ خود عورتوں میں بھی تعلیم حاصل کرنے کا خیال پیدا ہونے لگا۔ اور آخر کار ۱۹۱۲ء میں جکارتا میں آزادیِ نسواں PUTRI MERDEKA کے نام سے ایک جماعت قائم ہوئی جس کا مقصد عورتوں میں تعلیم کی اشاعت، مدارس نسواں کا قیام، طالبات کی مالی امداد اور معاشرتی قیود کا انسداد تھا۔ آگے چل کر کئی